ازواجھن فرخص فی ضربھن فاطاف بآل النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساء کثیر یشکون ازواجھن فقال صلی اللہ علیہ وسلم لقد اطاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئک بخیارکم ۔

حضور نے فرمایا کہ خدا کی ان باندیوں (اپنی بیویوں) کو مارا نہ کرو (کچھ عرصے کے بعد) حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے پاس آکر عرض کیا کہ عورتوں نے اپنے شوہروں کی نافرمانی شروع کردی ہے (یعنی ماننے کی مخالفت کی وجہ سے) تو حضورؐ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضورؐ کے گھر والوں کو بہت سی عورتوں نے گھیر کر اپنے شوہروں کے گلے شکوے شروع کر دیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ محمد کے گھر والوں کو بہت سی عورتیں گھیر کر اپنے شوہروں کی شکائتیں کرنے لگی ہیں یہ مارنے والے کچھ بہتر قسم کے لوگ نہیں"۔۔۔۔ (لفظ اماء اللہ پر غور کیجیئے۔ کتنا موثر لفظ ہے یعنی یہ تمہاری لونڈیاں نہیں اللہ کی باندیاں ہیں۔ ان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچ لو) ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مارپیٹ کرنے کو حضورؐ ناپسند فرماتے تھے اور اسی لئے اس سے مردوں کو روک دیا تھا پہلے مار کے ڈر سے عورتوں میں شوہر کی بات ماننے کی عادت تھی لیکن اس خوف کے دفعۃً ختم ہو جانے سے گھروں کا نظام بگڑنے لگا۔ حضورؐ نے اس پر کنٹرول کرنے کیلئے پھر ضرب کی اجازت دے دی اور مردوں کے سالہا سال سے دبے ہوئے جذبات دفعۃً پھر پہلے سے زیادہ ابھر آئے اور اس طرح انتقامی مارپیٹ شروع کردی جیسے اجازت کے منتظر بیٹھے تھے۔ جب گلے شکوے شروع ہوئے تو پھر حضورؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ ۔۔۔ حضورؐ نے اسے دفعۃً ختم کرنا چاہا۔ لیکن اس کا نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا اور ایک برائی رکنے کی وجہ سے دوسری برائی ابھر آئی حضرت عمرؓ نے اس دوسری برائی کو دفعۃً ختم کرنے کی اجازت چاہی لیکن اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ نہ نکلا۔ اور پہلی برائی اور زیادہ نمودار ہوگئی اس وقت کا تمدنی اور عائلی نظام ہی کچھ ایسا تھا کہ ایک پلڑے کو جھکانے ہی دوسرا پلڑا زیادہ اٹھ گیا اور تدریج کی کوئی درمیانی راہ نکلنے میں مشکلات حائل تھیں آخر اللہ تعالیٰ نے ایک صحیح ترین طریقہ بتا دیا کہ اس دشواری کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضرب کی اجازت تو دے دی لیکن اس کے ساتھ کچھ ایسی شرطیں لکھ دیں کہ یا تو خود بخود ختم ہو جائے یا اس کا استعمال وہیں ہو جہاں اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اس نے ضرب سے پہلے دو اسٹیج اور ایسے رکھ دیئے جن کو عبور کر کے تیسرے زینے (یعنی ضرب) تک پہنچنا ہی قریباً ناممکن ہو جائے ۔

پہلا قدم ہے وعظ و نصیحت اس کے لئے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ میرے اندر خود اس قسم کا کوئی عیب یا کمزوری تو نہیں جو اس عورت کے اندر موجود ہونے کی وجہ سے میں ناراض ہو رہا ہوں؟ میرے اندر کوئی ضد یا غصہ یا جذبۂ انتقام تو نہیں جو دماغی توازن کو بگاڑ کر وعظ کو غلط سمت میں لیجا رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ غلطی یا غلط فہمی خود میری ہی ہو؟ کیا میرا وعظ اسکی ذہنی سطح اور اس کی نفسیات کے مطابق ہے؟ کیا میرے برتاؤ اس کے ساتھ ایسے اچھے ہیں جو یہ میری باتوں کو گوش قبول سے سن کر اثر لے؟ کیا میں نے چشم پوشی اور درگزر کی منزلیں بھی طے کی ہیں؟ کیا اس کی جسمانی یا عقلی معذوریاں بھی کسی حد تک قابلِ لحاظ

میں؟ کیا بوقتِ نصیحت اس کے ساتھ میری تکریم اور ہمدردیاں ویسی ہی ہیں جیسی راضی رہنے کی صورت میں ہوتی ہیں؟ —— غرض یہ ساری باتیں اگر پیشِ نظر نہ ہوں تو کوئی وعظ بھی وعظ نہ ہوگا، وہ اپنے رنج کا اظہار ہوگا، غصہ ہوگا، جذبۂ انتقام و تذلیل ہوگا۔ شاعری ہوگی، بکواس ہوگی، سب کچھ ہوگا مگر حق وعظ نہ ہوگا۔

اگر فی الواقع وعظ کا یہ حق پوری دیانتداری سے ادا کر دیا جائے اور پھر بھی کام نہ چلے تو دوسرا نہایت شریفانہ تعزیری اقدام یہ ہے کہ اسی کمرے یا اسی گھر میں رہتے ہوئے (ولا تھجر الا فی البیت۔ ابوداؤد) اس کی خوابگاہ یا بستر سے الگ ہو جاؤ تاکہ دوسروں کے کان تک تمہارے اختلاف کی اطلاع نہ ہو اور صرف اسی عورت کو ایک مؤثر نفسیاتی اور ذہنی تازیانہ پڑے۔

خدائے حکیم نے یہ دو موٹے موٹے زینے ضرب سے پہلے بتائے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درمیان میں اور زینے نہیں۔ ابھی کئی درمیانی اسٹیج ہو سکتے ہیں جن کو ہماری عقلوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں نے بعض ایسے آدمی دیکھے ہیں جو وعظ سے پہلے غصہ کرنے لگتے ہیں اور بعد میں سخت ندامت ہوتی ہے اسکے بعد ایک آدھ وقت کا کھانا اظہار رنج کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلتا ہے اور ساری مصیبت ایک منٹ میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے کبھی کسی اقدام کی ضرورت ہی نہیں پڑتی —— مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ان دو زینوں کے درمیان بھی کئی اور زینے انسانی عقل نکال سکتی ہے جو کسی عورت کی نفسیات کے عین مطابق ہو اور مؤثر ہو۔

بہرکیف ان دو اور ان کے درمیانی زینوں کو طے کر چکنے کے بعد ضرب کی اجازت ہے لیکن دیانتداری کے ساتھ بتائیے کہ دنیا میں کون بدبخت ایسا ہے جو ان زینوں کا حق ادا کرے اور پھر بھی مارنے کی نوبت ضرور آئے؟ اور وہ کونسا انسان ہوگا جو ان دشوار گذار زینوں کو عبور کرنے میں اتنا کافی وقت لگائے اور اس وقت تک اسکی خواہش ضرب بھی باقی رہ جائے؟ اگر فی الواقع یہ دونوں اقدام اور ان کے درمیانی اقدامات بھی ناکام رہیں اور کسی ناصبور انسان کے لئے اس عورت کا نشوز ناقابلِ برداشت ہو جائے تو اس سے بچنے کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا جدائی یا ضرب۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسی ناگزیر شکل پیدا ہو جائے اور ضرب سے ہی اصلاح ہو جانے کا یقین ہو، تو یہ اھون البلیتین ہوگا جو ایک بڑی مصیبت یعنی جدائی سے بچانے کے لئے ہوگا اور کون صاحب عقل ہے جو ذرا سی جسمانی سزا کو ابدی جدائی کی مصیبت پر ترجیح نہ دیگا؟ اگر پھوڑا آپریشن ہی سے دور ہو سکتا ہو، تو اس آپریشن کی تکلیف بہرحال قابلِ برداشت ہے اس لئے کہ اسکے ذریعے ایک دوسری بڑی تکلیف سے بچانا مقصود ہے۔

پھر اس موقعے پر اس نوعیتِ ضرب کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے جو فرمانِ رسول میں بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ ضرب ہلکی ہونی چاہیئے (ضرباً غیر مبرح۔ ترمذی) اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہے کہ منہ پر نہ مارا جائے، کیونکہ عورت کی ساری دولتِ ظاہری اس کا چہرہ ہی ہے۔ ولا تضرب الوجہ (ابوداؤد)

ضرب کو —— پھر اس احتیاط کے ساتھ —— دو اور متقدم صبر آزما اقدامات کے بعد تیسرے درجے پر رکھنا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا مقصد رواجِ ضرب ہی کو ختم کرنا ہے؟ اس کی مثال قانونِ طلاق جیسی ہے کہ اجازت تو دی ہے لیکن اس سے

پہلے اِس کی کراہت اداۓ مہر بعث حکمین، اشہاد شاہدین وغیرہ کی اتنی دیواریں حائل کر دی ہیں جن کا عبور کرنا طلاق سے بھی زیادہ بڑی مصیبت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تدریجاً طلاق کو ختم کر دیا جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپے کی کتاب لے جانے کی اجازت دیں اور ساتھ ہی یہ شرط لگا دیں کہ اس میں ڈیڑھ روپے کی جلد لگا کر واپس لانا۔ اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک روپے کی کتاب ہی خرید لے؟ بعینہٖ یہاں بہ ظاہر تو ضرب کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس سے پہلے جو کڑی شرطیں (دو ضروری اقدامات) لگا دی گئی ہیں وُہ نوبت ضرب کو خود بخود ختم کر دیتی ہیں اور یہ جنسِ ضعیف کے لئے یُسر و سہولت کا وُہ انداز ہے جو خالقِ کائنات ہی تجویز کر سکتا تھا۔

پھر آیت کا اختتام یوں ہوتا ہے کہ ان اللہ کان علیا کبیراہ بلاشبہ اللہ ہی بلند اور بڑا ہے۔ یعنی تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں اس جنس ضعیف پر ہر طرح کی قدرت، برتری اور کبریائی حاصل ہے ہم جو کچھ بھی کریں کوئی باز پُرس کرنے والا نہیں لیکن یہ سمجھ لو کہ تم سے بہت زیادہ بلندی و برتری اور کبریائی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک انسان کے لئے —— اگر اس میں کچھ بھی انسانیت ہو —— اس سے زیادہ نفسیاتی تاثیر رکھنے والا اور کون سا فرمان ہو سکتا ہے؟ اس کے پیشِ نظر ہوتے ہوئے وہ کیوں کر جرأت کر سکتا ہے کہ پہلے ہی قدم پر وہ تیسرا اور آخری قدم اُٹھائے اور پسلی کی ہڈّی کو کجی ہی کی حالت میں کام لانے کی بجائے اسے کھینچ کھینچ کر توڑ ڈالے؟

یہ ہے اس آیت قرآنی کی اصلی روح، لیکن جب معنویّت غائب ہو کر صرف لفظ پرستی رہ جائے تو واضربوھن کا مطلب یہی لیا جائیگا کہ "وعظ و ہجر" کے بغیر ہی عورتوں کو خوب مار کرو کیونکہ قرآن کریم میں بصیغہ امر آیا ہے کہ واضربوھن لہٰذا عورتوں کو جتنا زیادہ مارا پیٹا جائیگا اتنا ہی عمل بالقرآن ہو گا۔

اس آیت میں ایک نکتہ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ آیت مذکورہ میں دراصل عورتوں کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک طبقہ عورتوں کا وُہ ہے جس کے لئے صرف وعظ و پند کافی ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جن کے لئے صرف مواعظ کارگر نہیں ہوتے ان کے لئے خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دینے کی ہی تدبیر مؤثر ہوتی ہے اور ایک تیسرا طبقہ ایسی عورتوں کا بھی ہوتا ہے جن کے لئے یہ معمولی تدبیریں کارگر نہیں ہوتیں۔ اور سختی کیئے بغیر درست نہیں ہوتیں پس اس آیت سے یہ سمجھنا کہ ہر قسم کی عورتوں کو مارنے پیٹنے کا حکم ہے، درست نہیں۔

اسے یوں سمجھئے کہ جس طرح ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ[1] والموعظۃ الحسنۃ[2] وجادلھم[3] بالتی ھی احسن میں انسانوں کے تین طبقوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی عورت کے تین طبقوں کا ذکر ہے۔

—————— (م - ج)